تنقیدات

علامہ اقبالؒ
پر
حمید نسیم کے اعتراضات کا جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر

حمید نسیم کی تصنیف اقبال ہمارے عظیم شاعر اقبال کی تحسین و تنقیص دونوں پر مشتمل ہے۔ پہلا باب اصل کتاب سے مختلف نوعیت کا ہے اور خاص طور پر مخالفانہ ہے۔ اس کا عنوان ہے ''علامہ اقبال حکیم الامت؟''۔ اس باب میں علامہ اقبال کے حکیم الامت ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ حمید نسیم نے اقبال کے بنیادی تصورات تین بتائے ہیں۔ نظریۂ خودی، تصور مردِ کامل اور تصور علم و عشق اور تینوں بنیادوں کو گرانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے نزدیک نظریۂ خودی اور تصور مردِ کامل مستعار افکار کا ملغوبہ ہے اور اسلام کے منافی ہے، اس لیے کہ قرآن مردانِ کامل کے خلاف (anti hero) ہے۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے تو اقبال علم کے مخالف ہیں لہٰذا انہیں حکیم الامت کہنا غلط ہے۔ حمید نسیم نے یہ بھی لکھا ہے کہ اقبال ہمارے عظیم شاعر ہیں اور اس وجہ سے انہیں حکیم الامت کہنے کا کوئی جواز نہیں کہ یہ مرتبہ ان کے اصلی مقام سے کم تر ہے[۱]۔

اقبال پر حمید نسیم کے اعتراضات کا جائزہ لینے سے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ انہیں معترض کے اپنے الفاظ میں نقل کر دیا جائے۔ ذیل کی تحریریں پہلے باب میں شامل ہیں۔ حمید نسیم لکھتے ہیں:

> ۱۔ اقبال نے اپنے تعقلِ خودی کی تشکیل میں برگساں کے تخلیقی ارتقا (Creative Evolution) کے نظریہ سے اکتساب معارف کیا۔ اس میں Elan Vital کا بھی ایک حصہ موجود ہے۔ ہیگل سے بھی علاّمہ متاثر ہوئے کہ اس کا فلسفہ جدلیاتی فکر کا سرچشمہ ہے۔ کانٹ کے Pure Reason کا بھی علامہ پر خاصا اثر ہے۔ برگساں کا تخلیقی ارتقا کا تعقل تو علامہ کی شاعری پر اکثر محیط نظر آتا ہے:
>
> یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
> کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکوں
>
> اب خودی کے عناصرِ ترکیبی پر غور کیجیے۔ ان میں ارسطو کی True Self اور فرائڈ کی Superego اور نیٹشے کا نظریۂ قوت بہم آمیز ہیں[۲]۔
>
> ۲۔ اب رہ گیا اقبال کا مومن یا مردِ کامل کا تعّقل۔ یہ بھی بیشتر مغربی مفکروں کے افکار سے مستعار ہے۔۔۔ کارلائل کا ہیرو کا تصور، گوئٹے کا Eckerman، نیٹشے کا فوق البشر، گیتا کا یوگی جو مہاراج کرشن کی تربیت کا شاہکار ارجن ہے۔ ان سب کو یکجا کر دو اور کلمۂ پڑھوا دو تو وہ مردِ کامل بن گیا۔۔۔ یہ سراسر مغربی تصور ہے اور اسلامی قرآنی تعلیمات Anti hero

ہیں۔۔۔اسلام میں Personality Cult کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں اور فوق البشر یا مردِ کامل کا تصور اس Cult پر منتج ہوتا ہے۔۔۔آمریت اور فاشزم کا راستہ جو انسانِ برتر کے نظریے پر مبنی ہے (اسلام میں) ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔۔۔یہ مردِ کامل اور غلام پختہ کار ہونے کا تصور مغرب کی عیارانہ سیاست کے بانی (مکیاولی) کی فکر کی پیداوار ہے۔۔۔اسی تصور نے ایفرو ایشیائی نو آزاد ممالک میں بونے مگر سفاک آمروں کو غصبِ اقتدار کی راہ دکھائی ۳۔

۳۔علامہ نے اپنے کلام میں خودی کے ایسے ایسے نقشے دکھائے ہیں کہ جس سے یہ گمان ہوسکتا ہے کہ ان کی خودی علم اشیاء سے نفور ہے۔۔۔علامہ اپنی شاعری میں بیشتر مقامات پر Antiknowledge نظر آتے ہیں۔ضربِ کلیم میں ایک نظم ہے۔آغاز ہی میں۔۔ عنوان ہے:

''ایک فلسفہ زدہ سیّد زادے کے نام''۔اس کے پہلے دو شعر یہ ہیں:

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا
زنّاری برگساں نہ ہوتا
ہیگل کا صدف گہر سے خالی
ہے اس کا طلسم سب خیالی

آگے چل کر فرماتے ہیں:

انجامِ خرد ہے بے حضوری
ہے فلسفہ زندگی سے دوری

علاّمہ نے اپنے سارے کلام میں صرف ایک دو مقام پر علم اشیا کی تعریف فرمائی۔۔۔ علامہ فرماتے ہیں ؎عشق پہ بجلی حلال عشق پہ حاصل حرام یہ شاعری تو بہت اچھی ہے اور شاعری کی حد سے آگے اسے لے جانا مناسب بھی نہیں۔علم سے حاصل شدہ ''حاصل'' کو حرام کہنے کی روش خلافتِ راشدہ کے اختتام اور ملوکیت کے آغاز پر حاکموں نے کرائے کے عالموں کے وسیلے سے امتِ مسلمہ میں عام کرنے پر اپنی مطلق العنان بادشاہت کے تمام وسائل استعمال کیے تھے۔یہی حاصل سے روکشی تھی جس کی وجہ سے مسلمان قوم صدیوں سے محکوم و مجبور چلی آ رہی ہے اور آج کی نو آزاد مسلمان اقوام ترقی یافتہ کافر اقوام سے نوری برس پیچھے ہیں۔۔۔(اقبال کہتے ہیں) کرمِ کتابی نہ بن یعنی کتابیں پڑھنے میں منہمک نہ ہو جا۔۔۔(اقبال) اکثر مقامات میں، اپنی شاعری میں ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں جو بالکل ایسے ہی ہیں جو سید احمد خان کی جدید علوم کے حصول کی تحریک کے دوران میں ہمارے نیم خواندہ ملا کہا کرتے

تھے۔۔۔ علامہ مغرب میں ہونے والی تحریک احیائے علوم کو شیطان قرار دیتے ہیں[۴]۔

۴۔

خرد ہوئی ہے زماں و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لاالہ الا اللہ

اس آخری مصرعہ میں اقبال ویدانت اور نوفلاطونی فراری تصوف کے پیروکار نظر آتے ہیں[۵]۔

۵۔ خطبات میں علامہ نے کوئی معرکہ آرا بات اسلامی اصول کے بارے میں نہیں فرمائی[۶]۔

۶۔ (اقبال کی) شاعری جو قومی سطح پر نہایت اہم تھی، ادبی سطح پر علامہ کا زندہ جاوید کلام نہیں۔ یہ شاعری شاعری کی سطح پر Out Date ہو چکی ہے[۷]۔

اسی پہلے باب میں اقبال کے مومن یا انسانِ کامل کے تصور کو بونا پارٹزم کہا ہے[۸]۔ کتاب کے دوسرے ابواب میں بھی معترضانہ بیانات ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ اقبال کی نظم ''وطنیت'' Melodrama ہے۔ یہ اسلامی شاعری یا اسلامی فکر و فلسفہ ہرگز نہیں[۹]۔ ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں کہ اقبال کے نزدیک عورت کا سب سے رفیع مرتبہ یہ ہے کہ مرد اس کی خدمت گزاری اور سامانِ راحت ہونے کے بدلے میں اسے ''زمرد کا گلوبند'' عطا فرمائے[۱۰]۔ ضرب کلیم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''اس کتاب میں برتر سطح کا کلام کم ہے اور اس کے جائزے کی ضرورت نہیں ہے[۱۱]۔

(۲)

کچھ نئے اعتراضات سے قطع نظر حمید نسیم نے، اپنی زبان میں، مخالفینِ اقبال کے روایتی اعتراضات کو دہرایا ہے۔ تصورِ خودی اور مردِ مومن (یہ ایک ہی تصور ہے) کا مآخذ مغرب میں تلاش کرنا پرانی بات ہے۔ اقبال کے شعری مجموعوں کا مطالعہ پیش کرتے ہوئے وہ اس الزام کو ثابت نہیں کر سکے[۱۲]۔ اس کے برعکس ''خودی کے مرکز تک پہنچتے ہوئے'' حسبِ ذیل رباعی نقل کی ہے:

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

حمید نسیم نے اس کی وضاحت قرآنی حوالے سے کی ہے[۱۳]۔ یہ اعتراض کہ تصورِ خودی اور تصورِ مردِ کامل مستعار افکار کا ملغوبہ ہے، اب بے وزن ہو گیا ہے۔ اقبال نے اپنی زندگی میں بارہا اس کی تردید کی لیکن لوگ نکلسن، فاسٹر اور ڈکنسن کی تقلید میں اسے دہراتے رہے۔ اب مغرب اور مشرق کے محققین کے نزدیک اس اعتراض میں کوئی جان نہیں ہے[۱۴]۔ حمید نسیم کا یہ کہنا کہ اسلام میں Personality Cult کی گنجائش نہیں اور فوق البشر یا مردِ کامل کا تصور اس Cult پر منتج ہوتا ہے اور یہ مغربی تصور ہے۔ نیز علاّمہ

اقبال نے جمہوریت کی مخالفت کی اور آمریت اور فاشزم کا راستہ جو اسلام نے بند کر دیا تھا، اسے کھول دیا ہے اور بونے مگر سفاک آمروں کو غصب کی راہ اقبال نے دکھائی ہے اور یوں اقبال نے مکیاولی کی عیارانہ فکر کی پیروی کی ہے۔ یہ سب اعتراضات اقبال پر بہتان ہیں۔اسی ضمن میں حمید نسیم لکھتے ہیں:

> خود علامہ اقبال کی زندگی میں دیکھیے۔ پیام مشرق امیر امان اللہ خان کے نام معنون ہے جسے علاّمہ اے امیر ابنِ امیر کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔۔۔ پھر علامہ نے نادر شاہ کو مردِ کامل اور کاروانِ ملت کا امیر قرار دیا۔۔۔اس سے پہلے مسولینی میں انہیں ایک عظیم برتر انسان نظر آیا تھا۔۔۔ پھر دیکھیے ضرب کلیم کا انتساب والی بھوپال نواب حمیداللہ خان کے نام کیا تو یہ شعر نذر کیے۔ یہ ایک نہایت مبالغہ آمیز قصیدہ ہے[۱۵]۔

امیر امان اللہ خان کے نام جو ''پیش کش'' ہے، اسی سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ اقبال حکمرانوں کو کون سی راہ دکھاتے ہیں۔اس پیش کش کے کچھ اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

تازہ کن آئینِ صدیقؓ و عمرؓ   چوں صبا بر لالۂ صحرا گزر
زندگی جہد است و استحقاق نیست   جز بعلمِ انفس و آفاق نیست
گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر   ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر
علم و دولت نظمِ کارِ ملت است   علم و دولت اعتبارِ ملت است
سروری در دینِ ما خدمت گری است   عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری است
در قبائے خسروی درویش زی   دیدہ بیدار و خدا اندیش زی
آں مسلماناں کہ میری کردہ اند   در شہنشاہی فقیری کردہ اند
حکمرانے بود و سامانے نداشت   دست او جز تیغ و قرانے نداشت
ہر کہ عشقِ مصطفیٰؐ سامان اوست   بحرو بر در گوشۂ دامانِ اوست
سوزِ صدیقؓ و علیؓ از حق طلب   ذرّہِ عشقِ نبیؐ از حق طلب
خیزو اندر گردش آور جامِ عشق   در قہستاں تازہ کن پیغام عشق[۱۶]

امیر امان اللہ خان (اور ہر مسلمان حکمران) کے نام اقبال کا پیغام یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے آئین کو تازہ کرو۔ان کی پیروی ملّتِ افغانیہ کو نئی زندگی عطا کرے گی۔کمالِ زندگی کسی کا حق نہیں۔زندگی کے کمالات جدوجہد سے حاصل ہوتے ہیں اور یہ کمالات علم النفس (انسانی خودی، نفسیات، اخلاقیات) اور علمِ آفاق (طبیعات، حیاتیات اور کیمیا یعنی سائنس) پر مشتمل ہیں۔ (علم النفس اور علمِ آفاق کی تلقین قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق ہے[۱۷]) اللہ نے حکمت (دانائی، عقل، سائنس) کو خیرِ کثیر کہا ہے۔ یہ خیر جہاں سے ملے حاصل کرو۔علم و دولت پر کارِ ملت استوار ہے۔علم و دولت سے ملّت کا اعتبار قائم ہوگا۔حکمرانی ہمارے دین میں عوام کی خدمت ہے۔حکمران کو حضرت عمرؓ کی طرح عدل کرنا چاہیے اور حضرت علیؓ کی طرح سادگی اختیار کرنی چاہیے۔شاہی لباس میں درویشانہ زندگی

بسر کرو اور عوامی مسائل کو نظر انداز نہ کرو۔ مسلمان حکمرانوں نے شاہی میں فقیری کی ہے۔ ان کا سامان قرآن اور تلوار کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جس مسلمان حکمران کے پاس عشقِ مصطفیٰ کا سامان ہوگا وہ بحر و بر کا مالک ہوگا۔ اللہ سے محبتِ رسولؐ کے لیے دعا کرو۔ یہ دعا کرو کہ صدیقؓ و علیؓ جیسا عشقِ رسول ﷺ تمھیں نصیب ہو۔ اس سے بہرہ ور ہونے کے پیغامِ عشق کو کوہستانوں میں عام کر دو۔

اقبال کے اس پیغام سے حسبِ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ اقبال خلفائے راشدین کی پیروی پر زور دیتے ہیں۔ یہی مردانِ حق ہیں۔ (اقبال اور عامتہ المسلمین اسی Cult کے روادار ہیں۔)

۲۔ علم و حکمت کی اقبال پر زور حمایت کرتے ہیں۔ (چنانچہ علم کا ''حاصل'' ان کے نزدیک حرام نہیں ہے)

۳۔ اقبال حکمرانی کے ساتھ درویشی کو جمع کرتے ہیں۔ عدل اور سادگی کی تلقین کرتے ہیں (اس پیغام سے سفاک آمروں کا کردار مختلف ہے[۱۸])

۴۔ علم و حکمت کی اہمیت مسلّم لیکن اس سے اہم تر اللہ اور رسولؐ سے محبت و وفا کا رشتہ ہے۔

حمید نسیم نے اعتراض تو جڑ دیا کہ پیامِ مشرق امیر امان اللہ خان کے نام معنون ہے لیکن اس کی غرض و غایت کا ادراک کرنے سے قاصر رہے۔ بقول اقبال: آشکارم دیدو پنہانم ندید[۱۹]۔ اقبال کا یہ پیغام امیر امان اللہ خان سمیت کسی بھی مسلمان حکمران کو بونا اور سفاک بننے سے روکتا ہے۔ یہ انتساب حکمرانی کی اسلامی اقدار کی تفہیم و تلقین کے لیے روا رکھا گیا[۲۰]۔

مسولینی پر اقبال کی ایک نظم حمید نسیم نے پڑھ لی اور اقبال پر فاشزم کا الزام عائد کر دیا حالانکہ بالِ جبریل کی اس نظم کا تعلق ''ندرتِ فکر و عمل'' اور ''ذوقِ انقلاب'' سے ہے[۲۱]۔ مسولینی کا فاشزم والا چہرہ ابھی بے نقاب نہیں ہوا تھا۔ جب اس نے ابی سینیا پر حملہ کیا تو اقبال نے اسی عنوان سے ایک نظم اور مسولینی کے عنوان سے دوسری نظم لکھ کر فاشزم کی شدید مخالفت کی۔ یہ دونوں نظمیں ضربِ کلیم میں شامل ہیں لیکن ضربِ کلیم کا مطالعہ و جائزہ حمید نسیم نے ضروری نہیں سمجھا۔ ان کا موقف ہے کہ ''اس کتاب میں برتر سطح کا کلام کم ہے''۔ حمید نسیم کے اس موقف کے بارے میں کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہے۔ حمید نسیم کا موقف یہ بھی ہے کہ اسلامی قرآنی تعلیمات Anti hero ہیں۔ اسلام میں Personality Cult کی گنجائش نہیں ہے اور فوق البشر یا مردِ کامل کا تصور اس Cult پر منتج ہوتا ہے۔

ہیرو اور کلٹ کے الفاظ سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ قرآن میں مردانِ کامل کا ذکر ہے یا نہیں۔ قرآن کی تفسیر لکھنے کے باوجود حمید نسیم اس سامنے کی حقیقت کو جان نہ سکے۔ ان کے برعکس فرانس کی خاتون محقق لوس کلوڈ میتیخ لکھتی ہیں کہ ''فکرِ اقبال قرآن مجید سے اخذ و قبول کرتا ہے۔۔۔ قرآن مجید نے دوٹوک الفاظ میں انسان کی انفرادیت کا اثبات کیا ہے۔۔۔ قرآن مجید میں انسانِ کامل کے تصور کی تکرار ملتی ہے[۲۲]''۔

ضرب کلیم کے سرورق پر یہ بے مثل اشعار لائقِ توجہ ہیں:

نہیں مقام کی خوگر طبیعتِ آزاد
ہوائے سیر مثالِ نسیم پیدا کر
ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر

کچھ آگے یہ شعر نظر سے گزرتا ہے:

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ!

موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام انسانِ کامل ہیں۔ قرآن حکیم میں اور لہٰذا کلامِ اقبال میں ان کا ذکر بار بار آتا ہے۔ ذکرِ ابراہیمؑ ''جواب شکوہ'' سے شروع ہو گیا تھا:

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

حمید نسیم اقبال کے مردِ کامل کا تعلق ارسطو، فرائڈ، گوئٹے، نٹشے اور گیتا کے کرداروں سے جوڑتے ہیں لیکن موسیٰؑ اور ابراہیمؑ انہیں دکھائی نہیں دیتے۔ پس چہ باید کرد اے اقوام شرق میں ''حکمتِ کلیمی'' کے عنوان کے تحت مردِ حق کی صفات پیدا ہوئی ہیں اور ''حکمت فرعونی'' کے عنوان کے تحت سفاک آمروں کی سیاست کا بیان ہے۔ اقبال حکمتِ کلیمی کے علمبردار ہیں۔ لیکن حمید نسیم نے انہیں حکمتِ فرعونی کا نقیب قرار دیا ہے۔ مجنوں گورکھ پوری بھی معترضینِ اقبال میں شامل ہیں لیکن تصورِ خودی و بے خودی کو حمید نسیم سے بہتر سمجھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> انسان کی انفرادی شخصیت کی تہذیب و ترقی اس لیے ضروری ہے کہ بالآخر اسی سے تمام جماعتِ انسانی کی فلاح ہو سکتی ہے۔ جب انسان اپنی انفرادی شخصیت کو مکمل کر چکتا ہے تو پھر دوسرا فرض جو اقبال کا فلسفہ اس پر عائد کرتا ہے یہ ہے کہ اس تربیت یافتہ شخصیت کو جماعت کا تابع اور تمام دنیائے انسانیت کی ترقی و بہبود کا ایک عنصر بنایا جائے[۲۳]۔

نسلِ انسانی کے ہر فرد میں صفات الٰہی کی جھلک، کسی نہ کسی حد تک موجود ہے۔ (وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ) صفات الٰہی جو بہترین صفات ہیں، جذب کر کے عام انسان مردِ مومن کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے[۲۴]۔ اللہ کی صفات، جامع طور پر، صرف قرآنِ حکیم میں بیان ہوئی ہیں اور صفاتِ الٰہی کے پرتو کا بہترین مظہر حضرت محمدﷺ کی شخصیت ہے[۲۵]۔ ان دو حوالوں کے علاوہ خودی اور مردانِ حق کی وضاحت اقبال نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ جیسے جلیل القدر پیغمبروں، خلفائے راشدینؓ اور دوسرے صحابہؓ، اہل بیتؓ اور امّت کے منفرد اور ممتاز افراد کے حوالے سے کی ہے[۲۶]۔ کلامِ اقبال کا مطالعہ اس نتیجے تک پہنچاتا ہے البتہ مخالفینِ اقبال کی تحریریں کچھ اور بتاتی ہیں۔ مخالفینِ اقبال، اپنے اپنے مقاصد کے تحت، انہدامِ اقبال

کے درپے ہیں۔ وہ ہر ایسی بات لکھتے ہیں جو حقائق کے برعکس ہوتی ہے۔

(۳)

حمید نسیم کے خیال میں ''علامہ نے اپنے سارے کلام میں صرف ایک دو مقام پر علم اشیا کی تعریف فرمائی''۔ اہم بات تو یہی ہے کہ اقبال نے علم اشیا کی تعریف کی ہے تاہم تعداد کے ضمن میں موصوف کو مغالطہ ہوا ہے۔ اقبال نے علم اور علم اشیا کی اہمیت وضرورت بار بار اجاگر کی ہے[۲۷]۔ البتہ نصب العین سے محبت کا مقام ومرتبہ اس سے بھی بلند تر ہے۔ علم یا عقل کے تناظر میں اقبال عشق کی اہمیت اجاگر کرتے ہیں تو مقصد عقل وعلم کی کلی نفی نہیں ہوتا۔ اسلوبِ بیان کو اقبال کا حقیقی موقف سمجھ لینے کے باعث حمید نسیم نے انہیں Anti Knowledge قرار دیا ہے۔ اسلوبِ بیان کو حقیقی موقف سمجھ لینا گمراہ کن ہوتا ہے۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت ہوگی۔ اقبال کہتے ہیں:

نقطۂ پرکارِ حق مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام وہم وطلسم ومجاز[۲۸]

اس شعر میں مردِ خدا کے یقین کی اہمیت کو واضح کرنا مقصد ہے نہ کہ جہان کو وہم قرار دینا۔ جہان تو موجود ہے جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے[۲۹]

''ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام'' اور ''علم وعشق'' جیسی منظومات میں خرد اور علم کی کلی نفی مراد نہیں ہے۔ پہلی نظم میں دین اور دوسری میں عشق کی اہمیت اجاگر کرنا مقصد ہے۔ اقبال کے باقی کلام نظم ونثر کو نگاہ میں رکھیں تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ اقبال نے علم ودانش پر بار بار زور دیا ہے[۳۰]۔ ''علم وعشق'' میں علم کو ''ابن الکتاب'' اور عشق کو ''ام الکتاب'' کہا ہے۔ ظاہر ہے علم کتابوں ہی سے حاصل ہوتا ہے تاہم عشق کا مقام اس سے بھی بلند تر ہے۔ اس سے اقبال کو مخالفِ علم Anti Knowledge قرار دینا غلط ہے۔ ''عشق پہ بجلی حلال، عشق پہ حاصل حرام'' کا صحیح مفہوم وہی ہے جو اقبال کے حسبِ ذیل اشعار کا ہے:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی!
شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی![۳۱]

لیکن مذکورہ مصرع پر تبصرہ کرتے ہوئے حمید نسیم لکھتے ہیں کہ ''علم سے حاصل شدہ'' ''حاصل'' کو حرام کہنے کی روش خلافتِ راشدہ کے اختتام اور ملوکیت کے آغاز پر حاکموں نے کرائے کے عالموں کے وسیلے سے امّت مسلمہ میں عام کرنے پر اپنی مطلق العنان بادشاہت کے تمام وسائل استعمال کیے تھے۔

یہی حاصل سے روکشی تھی جس کی وجہ سے مسلمان قوم صدیوں سے محکوم و مجبور چلی آ رہی ہے اور آج کی نو آزاد مسلمان اقوام ترقی یافتہ کافر اقوام سے نوری برس پیچھے ہیں''۔ یہ سب غلط باتیں ہیں۔ فکرِ اقبال سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اقبال دنیا میں اپنا حصہ وصول کرنے کی مخالفت نہیں کرتے، اس کی حمایت و تلقین کرتے ہیں۳۲۔ تاہم مسلمان کا اصل نصب العین دنیا نہیں، اللہ تعالیٰ ہے۔ پاکستان کے پیچھے رہ جانے کی وجہ دولت اور اقتدار کو نصب العین بنا لینا ہے۔ اس سے لوٹ مار کا در وا ہوا۔ عقل اور علم جب حقیقی نصب العین سے کٹ جاتے ہیں اور غلط نصب العینوں سے وابستہ ہو جاتے ہیں تو اقبال ان کی مخالفت کرتے ہیں۳۳۔ پاکستانی معاشرے کو اقبال کی اسلامی بصیرت کے مطابق استوار کیا جاتا تو اب تک ہم بہت آگے نکل چکے ہوتے۔ اب بھی پاکستان کی بقا، سلامتی، استحکام اور ترقی و خوشحالی کا انحصار اقبال کے تصورِ پاکستان کو بروئے کار لانے میں ہے۔ اقبال اس جمہوریت کے یقیناً مخالف ہیں جو جنگِ زرگری کا مظہر ہے اور جس کا تماشا ہم دیکھتے چلے آئے ہیں لیکن وہ روحانی جمہوریت کے حق میں ہیں۳۴۔ اس طرف پیش قدمی کر کے ہم دنیا کے لیے نمونہ فراہم کر سکتے ہیں۔

(۴)

اقبال دولت کے نہیں زر پرستی کے مخالف ہیں۔ مادے کے مخالف نہیں ہیں مادہ پرستی کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسی طرح زمان اور مکان برحق ہیں لیکن انہیں معبود نہیں بنایا جا سکتا۔ حسب ذیل شعر کا یہی مفہوم ہے:

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں ! لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ!

حمید نسیم کا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اقبال ''ویدانت اور نو افلاطونی فراری تصوف کے پیرو نظر آتے ہیں''۔ اسلوبِ بیان کو حقیقی موقف (View) سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اس ضمن میں ایک مثال پہلے دی جا چکی ہے۔ ایک اور مثال یہاں پیش کی جاتی ہے۔ ضرب کلیم کی نظم ''دنیا'' میں اقبال کہتے ہیں:

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے!

اس شعر کا مقصد انسانی خودی کا اثبات ہے۔ دنیا کی نفی نہیں ہے کہ وہ موجود ہے۔ اسی طرح زیر بحث شعر میں توحید کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے، زمان و مکان کی نفی نہیں کی گئی۔ معترض نے اسلوب بیان کو شاعر کا حقیقی موقف سمجھ لیا ہے۔ حمید نسیم کے نزدیک ''خطبات میں علامہ نے کوئی معرکہ آرا بات اسلامی اصول کے بارے میں نہیں فرمائی''۔ خطبات میں بیان کی گئی اقبال کی کسی رائے یا متعدد آرا سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے معرکہ آرا ہونے میں کیا شک ہے۔ بقول مولانا سعید اکبر آبادی ''حقیقت یہ ہے کہ عصرِ حاضر کو اسلامی حقائق سے آشنا کرنے کی ایک راہ علامہ نے ان خطبات کے

ذریعے دکھائی ہے''۳۵۔حمید نسیم لکھتے ہیں کہ اقبال کی نظم ''وطنیت'' میلوڈراما ہے اور یہ اسلامی فکر و فلسفہ ہرگز نہیں''۔اسلامی تصورِ شخصیت اور اسلامی تصورِ قومیت علامہ اقبال کے دو بنیادی تصورات ہیں۔حمید نسیم کو دونوں کے اسلامی ہونے سے انکار ہے۔حمید نسیم کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ ادبی سطح پر کلام اقبال Out Date ہو چکا ہے۔ایسی صورت میں اقبال پر کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی اور اس کا نام اقبال ہمارے عظیم شاعر رکھنے کا کیا جواز تھا۔اسلامی تصورِ قومیّت صرف نظم ''وطنیت'' ہی میں بیان نہیں ہوا، اقبال کے کلامِ نظم و نثر میں بکھرا ہوا ہے اور ناقابلِ تردید ہے۔(تفصیل کے لیے ساتواں باب) حمید نسیم نے بہت عجیب دعوے کیے ہیں۔مثلاً ان کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ اقبال کی نظم بعنوان ''رام'' سوامی رام تیرتھ کے بارے میں ہے ۳۶۔

حمید نسیم کے خیال میں ''اقبال کے نزدیک عورت کا سب سے رفیع مرتبہ یہ ہے کہ مرد اس کی خدمت گزاری اور سامانِ راحت ہونے کے بدلے میں اسے زمرد کا گلوبند عطا فرمائے''۔موصوف کی نظر یہاں بھی زمرد کے گلوبند پر اٹک گئی اور اسے اقبال کے حوالے سے مرد کی خدمت گزاری اور سامانِ راحت ہونے کا بدلہ بتایا جبکہ اقبال نے آزادیٔ نسواں ـــ۔بمقابلہ مرد کے گلوبند کا سوال، آرائش و قیمت کے تناظر میں اٹھایا ہے ۳۷۔مرکزی مسئلہ ''آزادیٔ نسواں'' ہے نہ کہ زمرد کا گلوبند۔یہ بات نظم کے عنوان سے ظاہر ہے۔اب کیا کوئی مفسرِ قرآن آزادیٔ نسواں کو اسلامی فکر و فلسفہ قرار دے گا؟ خصوصاً جبکہ اس آزادی کا معیار مغربی ہو۔

حمید نسیم کے نزدیک اقبال کی تعلیم یہ ہے کہ ''کرم کتابی نہ بن یعنی کتابیں پڑھنے میں منہمک نہ ہو جا''۔یہ رائے مجموعی کلامِ اقبال کو نظرانداز کرنے، ایک بلند بحث کو کم تر سطح پر لانے اور اسلوبِ بیان کو حقیقی موقف سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ضربِ کلیم کی اس نظم کا عنوان ہے ''علم و عشق''۔اقبال نے اس نظم میں علم پر عشق کو ترجیح دی ہے اور نظم کا ماحصل یہی ہے۔پیامِ مشرق کی نظم ''محاورۂ علم و عشق'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال علم و عشق یا علم اور دین کا اتحاد چاہتے ہیں ۳۸۔ضربِ کلیم کی نظم ''علم اور دین'' سے اس پر مزید روشنی پڑتی ہے۔یہ نظم ''علم و عشق'' کے قریب واقع ہے۔تان اس شعر پر ٹوٹتی ہے:

وہ علم کم بصری جس میں ہم کنار نہیں
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم!

چنانچہ اقبال کم بصری کے خلاف ہیں اور بندۂ تخمین وظن بننے سے روکتے ہیں۔وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ علم اور عشق کا امتزاج ہو۔سینے میں لا الٰہ ہو تو فرنگی تعلیم تک سے خوف نہیں کھاتے ۳۹۔وہ علم کی شمع سے محبت کے آرزومند ہیں ۴۰۔اور حالت یہ تھی کہ کتاب کے مطالعے کے دوران کھانا بھول جاتے تھے ۴۱۔

حمید نسیم لکھتے ہیں کہ ''اقبال اکثر مقامات میں اپنی شاعری میں، ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں جو بالکل ایسے ہی ہیں جو سید احمد خان کی جدید علوم کے حصول کی تحریک کے دوران ہمارے نیم خواندہ ملا

کہا کرتے تھے''۔ یہ دعویٰ بھی محل نظر ہے۔ ہمارے ہاں جدید وقدیم کی کشمکش عرصے سے جاری ہے۔ سر سیداوران کے حامی جدید کےعلمبر دار تھے۔ان کے پیروکاروں کا حال بھی یہی ہے۔سرسید کے مخالفین قدیم کےعلمبر دار تھے۔نتیجہ افراط وتفریط کی صورت میں ظاہر ہوا اور بقول شیخ محمد اکرام ''اس نے بسا اوقات بڑی خطرناک صورت اختیار کر لی''[۴۲]۔اقبال نہ تو نیم خواندہ ملاّ ہیں اور نہ تہذیب جدید کے فرزند۔اس لیے دونوں طبقے ان سے ناخوش ہیں اورانہیں ہدفِ اعتراض بناتے ہیں[۴۳]۔جدید وقدیم کی ڈیڑھ سو برس سے جاری اِس کشمکش سے پہلے شاہ ولی اللہ نے توازن واعتدال کی راہ دکھائی تھی۔شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ جدید دور میں ان کانعم البدل اقبال ہیں۔اقبال جس راستے پر چلا وہ عین شاہ ولی اللہ کے مطابق تھا۔اس کے مطالعے اور مشاہدے کا نچوڑ تھا:

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ جدید و قدیم[۴۴]

حواشی

۱تا۸۔ علامہ اقبال ہمارے عظیم شاعر،فضلی سنز[کتاب میں مقام اشاعت اورسالِ اشاعت درج نہیں]۔ص،۱۹تا۳۱

۹تا۱۱۔ ایضاً،ص(بالترتیب)۵۵،۵۵،۱۰۵،۴۳۱

۱۲۔ صفحہ۱۴۱ پر''مسجد قرطبہ'' کے تین اشعار[صفاتِ مومن کے ضمن میں]نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ تین شعر قرآن پاک میں مومنوں کی تعریف سے فیض یاب ہیں۔اس کے بعدانجیل اور گیتا کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ اکثر ادیان کی مذہبی کتابیں ایک ہی پیغام دیتی ہیں نیز یہ تاثر دیا ہے کہ اقبال نے یہ''گم شدہ میراث'' حضورؐ کے فرمان کے مطابق گیتا سے حاصل کی۔سوال یہ ہے کہ جوسرمایۂ حکمت قرآن میں موجود ہے اسے''گم شدہ میراث'' کہنے کا کیا جواز ہے۔

۱۳۔ کتابِ مذکور،ص۲۲۔رباعی کے لیے دیکھیے: کلیاتِ اقبال اردو،ص۳۷۵۔حمید نسیم نے رباعی نقل کرتے ہوئے پہلے دومصرعوں کی ترتیب بدل دی ہے۔ جولوگ اصل متن کو سامنے رکھے بغیر اشعار نقل کرتے ہیں وہ اکثر کسی غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

۱۴۔ تفصیل کے لیے دیکھیے،راقم کا مقالہ بعنوان''علامہ اقبال کی فکری اساس''،مشمولہ قومی زبان۔کراچی،نومبر ۱۹۹۷ء۔

۱۵۔ کتاب مذکور، ص، ۳۰۔

۱۶۔ کلیات اقبال (فارسی)، ص، ۱۸۸ تا ۱۹۱۔

۱۷۔ (مکیاولی کی) عیارانہ سیاست اور سفاک آمروں کی مذمت اقبال نے ''حکمتِ فرعونی'' کے تحت کی ہے۔ (کلیات اقبال (فارسی)، ص، ۸۱۱۔۸۱۲)

۱۸۔ مذکورہ ''پیش کش'' میں شامل حسبِ ذیل اشعار کا اطلاق حمید نسیم پر بھی ہوتا ہے:

آشنائے من زمن بے گانہ رفت
از خمستانم تہی پیمانہ رفت
کم نظر بیتابئ جانم ندید
آشکارم دید و پنہانم ندید

۱۹۔ نواب حمید اللہ خان کے بارے میں عبدالرؤف عروج لکھتے ہیں:

نواب حمید اللہ خان نے تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرانے میں اپنی ریاست اور اقتدار کی بھی پرواہ نہیں کی۔۔۔ جب دوسری گول میز کانفرنس میں اقبال کو شرکت کی دعوت دی گئی تو انہوں نے بھوپال جا کر نواب حمید اللہ خان سے ملاقات کی۔۔۔ نواب صاحب کو جب اقبال کے حالات کا علم ہوا تو انہوں نے اقبال کے لیے لائف پنشن پانچ سو روپے ماہوار مقرر کر دی۔۔۔ اس کے ایک سال بعد ضرب کلیم شائع ہوئی تو اقبال نے اس کا انتساب چند اشعار کے ساتھ نواب حمید اللہ خان کے نام کیا'' (تفصیل کے لیے دیکھیے، رجال اقبال، ص ۲۱۱ تا ۲۱۳)

۲۰۔ دیکھیے: کلیات اقبال (اردو)، ص، ۴۴۲۔۴۴۳۔ نظم کا پہلا شعر ہے:

ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوق انقلاب!
ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ملّت کا شباب!

۲۱۔ فکر اقبال کی جہات۔ مشمولہ اقبال ممدوحِ عالم۔ مرتبہ ڈاکٹر سلیم اختر، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۱۹۴۔

۲۲۔ اقبال (اجمالی جائزہ)، ایوان اشاعت، گورکھ پور، س ن، ص، ۲۲۔۲۳

۲۳۔ اللہ کی جلالی اور جمالی صفات کو جذب کرنے والا مسلمان بنتا ہے۔ ضرب کلیم کی نظم بعنوان ''مرد مسلمان'' ایک شعر ہے۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان!

۲۴۔ بال جبریل کی نظم ''ذوق وشوق'' میں اقبال کہتے ہیں:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب!
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!

۲۵۔ چند اشعار، بطور مثال، درج کیے جاتے ہیں:

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے!
دلِ مرتضٰیؓ سوز صدیقؓ دے!

کلیات اقبال (اردو)، ص۱۲۴

دل بیدار فاروقی ، دل بیدار کرّاری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

کلیات اقبال (اردو)، ص۳۲۹

قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
یا خالدؓ جانباز یا حیدر کرارؓ!

کلیات اقبال (اردو)، ص۴۸۹

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

کلیات اقبال (اردو)، ص۶۸۰

کیا نہیں اور غزنوی معرکۂ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حرم کے سومنات!

کلیات اقبال (اردو)، ص۴۰۴

۲۶۔ اقبال کے اردو اور فارسی کلام سے بعض مثالیں درج کی جاتی ہیں:

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو!

کلیات اقبال (اردو)، ص۲۰۳

ولایت ، پادشاہی ، علم اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں!

کلیات اقبال (اردو)، ص۲۷۱

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

کلیات اقبال (اردو)، ص۲۷۴

نہ ہو نومید ، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امیدِ مردِ مومن ہے خدا کے راز دانوں میں!

کلیات اقبال (اردو)، ص۴۱۲

علم اسما اعتبارِ آدم است
حکمتِ اشیا حصارِ آدم است

کلیات اقبال (فارسی)،ص۱۴۴

زندگی جہد است و استحقاق نیست
جز بعلمِ انفس و آفاق نیست
گفت حکمت را خدا خیر کثیر
ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر
علم اشیا علم الاسماستے
ہم عصا و ہم ید بیضا ستے
علم اشیا داد مغرب را فروغ
حکمت او ماست می بندد زدوغ
علم و دولت نظم کارِ ملت است
علم و دولت اعتبارِ ملت است

کلیات اقبال (فارسی)،ص۱۸۸۔۱۸۹

ساکنانش چوں فرنگاں ذوفنوں
در علومِ جان و تن از ما فزوں!
بر زمان و بر مکاں قاہر تراند
زانکہ در علمِ فضا ماہر تراند

کلیات اقبال (فارسی)،ص۶۹۰

قوتِ افرنگ از علم و فن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است!

کلیات اقبال (فارسی)،ص۶۶۷

علمِ تفسیرِ جہانِ رنگ و بو
دیدہ و دل پرورش گیرد ازو

کلیات اقبال (فارسی)،ص۷۷۷

چوں عرب اندر اروپا پرکشاد
علم و حکمت را بنا دیگر نہاد
دانہ آں صحرا نشیناں کاشتند
حاصلش افرنگیاں برداشتند

کلیات اقبال (فارسی)،ص۸۸۰

۲۷۔۲۸ کلیات اقبال اردو،ص۳۹۰، ۳۴۱

۲۹۔ مثال کے طور پر کچھ اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

شوقِ بے پروا گیا، فکر فلک پیما گیا
تیری محفل میں نہ دیوانے ، نہ فرزانے رہے

کلیات اقبال (اردو)،ص۱۸۶

عقل ہے تیری سپر ، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش ! خلافت ہے جہانگیر تری

کلیات اقبال (اردو)،ص۲۰۷

اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومی، کبھی پیچ و تابِ رازی!

کلیات اقبال (اردو)،ص۳۰۹

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ!
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیثِ رندانہ!

کلیات اقبال (اردو)،ص۳۴۳

یا حیرتِ فارابی ، یا تاب و تبِ رومی
یا فکرِ حکیمانہ ، یا جذبِ کلیمانہ !

کلیات اقبال (اردو)،ص۳۵۹

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں رو برو!

کلیات اقبال (اردو)،ص۳۸۴

جن کی نگاہوں نے کی تربیتِ شرق و غرب
ظلمتِ یورپ میں تھی جن کی خرد راہ بیں

کلیات اقبال (اردو)،ص۳۹۰

ملا کی نظر نورِ فراست سے ہے خالی
بے سوز ہے میخانۂ صوفی کی مئے ناب!
اے وادیٔ لولاب!

کلیات اقبال (اردو)،ص۶۷۶۔۶۷۷

خرد افزود مرا درسِ حکیمانِ فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبتِ صاحب نظراں
کلیات اقبال (فارسی)،ص۳۱۵

ان مثالوں میں عقل اور عشق کا زیادہ تر ساتھ ساتھ ذکر ہوا ہے۔ اقبال دراصل دونوں کے امتزاج کے قائل ہیں:

زیرکی از عشق گردد حق شناس
کارِ عشق از زیرکی محکم اساس
خیز و نقشِ عالمِ دیگر بنہ
عشق را با زیرکی آمیزدہ
کلیات اقبال (فارسی)،ص۶۵۳

۳۰۔ کلیات اقبال،اردو ،ص۳۹۷

۳۱۔ حرف اقبال،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد،۱۹۸۴ء،ص۱۴۰

۳۲۔ اقبال کے اشعار ہیں:

علم بے عشق است از طاغوتیاں
علم با عشق است از لاہوتیاں!
بے محبت علم و حکمت مردۂ
عقل تیرے بر ہدف ناخوردۂ
کلیات اقبال فارسی،ص۶۶۳

عقل اندر حکمِ دل یزدانی است
چوں ز دل آزاد شر شیطانی است
کلیات اقبال فارسی،ص۸۴۰

۳۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے،ڈاکٹر جاوید اقبال کا مضمون بعنوان ''علامہ اقبال اور جمہوریت مشمولہ مئے لالہ فام۔ اقبال اکادمی پاکستان،لاہور،۱۹۹۶ء،صفحات ۳۰۳ تا ۳۰۸۔

۳۴۔ خطباتِ اقبال پر ایک نظر۔اقبال اکادمی پاکستان،لاہور،۱۹۸۷ء،ص۸۴۔

۳۵۔ حمید نسیم نے لکھا ہے کہ ''میرے خیال میں یہ راج کماری سیتا والے رام نہیں۔ سوامی رام ہیں۔ توحید پرست ہندو لیڈر۔ نظم کے یہ تین شعر نقل کیے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند
اعجاز اُس چراغ ہدایت کا ہے یہی
روشن تراز سحر ہے زمانے میں شامِ ہند
تلوار کا دھنی تھا، شجاعت میں فرد تھا
پاکیزگی میں ، جوشِ محبت میں فرد تھا

سوامی رام توحید پرست نہیں تھے بلکہ ''ویدانت یا وحدت الوجود ان کا عقیدہ تھا''۔ جیسا کہ جگن ناتھ آزاد نے بیان کیا ہے۔(اقبال اور اس کا عہد، ص،۲۵) وہ ۱۹۰۶ء میں دریا میں ڈوب کر فوت ہوئے۔ اقبال ابھی تک اسی نوعیت کے تصوف میں مبتلا ہے۔ انہوں نے ۱۹۰۶ء ہی میں سوامی رام پر نظم لکھی جو ۱۹۰۷ء میں مخزن میں شائع ہوئی۔(ابتدائی کلام اقبال، ڈاکٹر گیان چند، ص ۳۰۴) یہ نظم اقبال نے بانگ درا میں شامل کی ہے، (ص ۱۱۸) یہ نظم یورپ میں لکھی گئی تھی اور وہیں انہیں معلوم ہوا تھا کہ سوامی رام برہم چریہ نبھا نہ سکے اور امریکہ میں ایک مریدنی سے ان کا بچہ پیدا ہوا۔ اس کا ذکر اقبال کے حوالے سے گیان چند نے کیا ہے۔(ابتدائی کلام اقبال، ص،۳۰۷) ''رام'' کے عنوان سے اقبال کی نظم (بانگ درا، ص ۱۹۵) رام چندر جی کے بارے میں ہے۔ اقبال کے شارحین اس پر متفق ہیں۔(دیکھیے، شرح بانگ درا، یوسف سلیم چشتی، ص،۳۳۰۔ مطالب بانگ درا، غلام رسول مہر، ص ۲۲۶) سوامی رام پر دوسری نظم لکھنا، اوّلاً ''رام'' کے عنوان سے اور ثانیاً وجودی تصوف کو ترک کر دینے کے بعد بعید از قیاس ہے۔ علاوہ ازیں سوامی رام تیرتھ نہ تو تلوار کے دھنی تھے اور نہ مریدنی کو ''فیض یاب'' کرنے کے بعد پاکیزگی میں فرد تھے۔ حمید نسیم نے غلط دعویٰ تو کیا لیکن اس کے نتیجے میں، بجا طور پر، ایک الجھن پیدا ہوئی۔ لکھتے ہیں کہ ''آخری شعر میرے لیے ناقابل فہم ہے''۔ جبکہ مولانا غلام رسول مہر کی رائے ہے کہ ''یہ نظم سری رام چندر جی کے متعلق لکھی گئی ہے اور ان کی سیرت آخری شعر میں نہایت خوبصورتی سے پیش کر دی گئی ہے''۔

۳۶۔ نظم ''آزادیِ نسواں'' کے لیے دیکھیے، ضرب کلیم، ص،۹۳

۳۷۔ ملاحظہ کیجیے، نظم بعنوان ''علم اور دین''۔ ضرب کلیم، ص،۱۹ نیز حاشیہ نمبر ۲۹

۳۸۔ ضرب کلیم کی نظم ''جاوید سے'' کا ایک شعر ہے:

جوہر میں ہو لاالٰہ تو کیا خوف
تعلیم ہو گو فرنگیانہ!

۳۹۔ بانگ درا کی نظم ''بچے کی دعا'' کا پہلا شعر ہے:

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

۴۰۔ ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں کہ ''کئی بار دوپہر کا کھانا کسی کتاب میں منہمک ہو جانے کی وجہ سے بھول جایا کرتے تھے اور جب وہ کتاب ختم ہو جاتی تو علی بخش کو بلوا کر معصومانہ انداز میں پوچھتے ''کیوں بھئی'' میں نے کھانا کھا لیا ہے؟''(مئے لالہ فام، ص،۳۳۷)

۴۱۔ دیکھیے، موج کوثر، دیباچہ

۴۲۔ اقبال نے خود اس پر روشنی ڈالی ہے۔ بال جبریل کے اشعار ہیں۔

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلہ مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرزند!
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!

۴۳۔ موجِ کوثر، دیباچہ۔ منقولہ شعر ضرب کلیم کی نظم ''علم اور دین'' کا ہے۔